ہند چینی کے مسلمانوں پر کیا گذری!

ماخوذ:- از مجلہ اتحاد - امریکہ

مترجم:- نور الاسلام صاحب - منصورہ - لاہور

(۳)

ویت نام کی جنگ کے بعد کمبوڈیا ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء کو کھمر روج افواج کے تحت آ گیا۔ دو دن بعد یہ احکام جاری کیے گئے کہ شہر اور گاؤں فوراً خالی کر دیئے جائیں۔ کھمر روج لوگوں کے گھر اجاڑتے وقت اس بات پہ زور دیتی تھی کہ یہ اس لیے ضروری ہے کہ امریکی ہوائی جہاز اُن کی طرف آ رہے ہیں۔ لوگوں کو اپنا سامان باندھنے کا وقت نہیں دیا گیا۔ اور جو سامان اُٹھانے میں دیر کرنے لگے اُن کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ حتیٰ کہ بوڑھے مردوں اور عورتوں، بچوں اور ہسپتالوں میں بیماروں کو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ اس مجرمانہ کارروائی کی وجہ سے، اور خوراک اور علاج کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ راستے ہی میں مر گئے۔ ایک تعداد اُن جنگلوں میں ختم ہو گئی جہاں کمیونسٹوں نے اُن کو جو دھکیلا تھا۔ جنگلوں میں لے جا کر مصیبت زدہ لوگ الگ الگ ٹولیوں میں کر دیئے گئے۔ کسی خاندان کو بھی یکجا نہیں رہنے دیا گیا۔ فوج کی نگرانی میں سب کے نام بدل دیئے گئے۔ اور انہیں زمین جوتنے اور نہریں کھودنے پہ مجبور کر دیا گیا۔ لوگوں کے خلاف کمیونسٹ طاقت کا پورا استعمال کیا گیا تاکہ وہ ان کے وفادار رہیں اور مخالفت میں سر نہ اُٹھا سکیں۔ ان کا معاشرہ اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ وہ کمیونسٹ سوسائٹی میں مدغم

ہو سکتا ہے۔ اس لیے اُسے ختم کر دیا گیا۔

اس کے بعد کمپوچیا کو ایک نئی زندگی مل گئی۔ اس نئی سوسائٹی میں کوئی خرید و فروخت نہیں تھی، نہ اخبار تھے، نہ خطوط تھے، نہ میگزین تھے، بس ریڈیو پر وقتاً فوقتاً گورنمنٹ کے حکم نامے براڈ کاسٹ کیے جاتے تھے۔ اس سسٹم کے تحت ایک شوہر کو اپنی بیوی کا پتہ معلوم نہ تھا، ماں کو بچوں کے نام معلوم نہ تھے۔ عبادت کا سوسائٹی میں کوئی نظام نہ تھا۔ شادی یا رسومات شادی، حلال یا حرام کا کوئی ذکر نہ تھا۔ یہ تمام بے گھر مہاجر گروپوں میں رہتے تھے اور سب مل جل کر کام کرتے تھے۔ کوئی اگر کسی حکم کو مذہب کی بنیاد پر ماننے سے انکار کر دیتا تھا تو اس کو سزائے موت دے دی جاتی تھی اور وہ کھلے بندوں قتل کر دیا جاتا تھا تاکہ دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو۔ جو بھاگ سکتے تھے، وہ بھاگ جاتے تھے۔ ورنہ موت ہی ان کی قسمت کا آخری فیصلہ تھی۔

فرار بہت سے کمپوچیا کے لوگ جو تھائی لینڈ کی سرحد کے نزدیک تھے، بھاگ کر تھائی (THAI) چلے آئے جن میں تقریباً ۲ ہزار مسلمان شامل ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق لاکھوں آدمی بھاگنے کے لیے تیار ہیں، مگر کھمر روج کے سپاہی اتنی کڑی دیکھ بھال کر رہے ہیں کہ سرحد عبور کرنا دشوار ہے۔

یکے بعد دیگرے لوگوں کے قافلے راتوں کو متحرک رہتے کہ کسی طرح کمپوچیا کی حدود سے باہر نکل جائیں۔ ایسے کچھ گروہ تھائی لینڈ پہنچنے میں کامیاب ہوئے، اور بہت سے اس کوشش میں جان بحق ہو گئے۔ پوئی پیٹ (FOI PET) کے قریب کے مسلمانوں نے اوگارو دریا (AU GARAU RIVER) کو پار کرنے کا قصہ یوں بتایا کہ یہ دریا صوبہ ملٹم بنگ (BALTAMBANG) کمپوچیا (CAMBODIA) اور تھائی لینڈ کے سرحدی شہر آرانیا پراتھٹ (ARANYAPRATHET) کے درمیان سرحد قائم کرتا ہے۔ ہم لوگوں نے اپنے بھاگ نکلنے کی تاریخ ۲۸ جون طے کر لی تھی اور ۴۰۰ افراد کا قافلہ رات کو دریا کی طرف روانہ ہوا، لیکن سب اس کو عبور نہ کر سکے کیونکہ کھمر روج نے قافلے کو دیکھ کر گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے اور ان میں زیادہ تر بوڑھے اور

اور بچے تھے، گولیوں کا نشانہ بن گئے۔

ایک اور گروہ نے بیان کیا کہ وہ نوم پین (PHNOM PENH) سے مقامی سرحد تک پہنچنے کے لیے مسلسل ۴۰ راتیں سفر کرتے رہے۔ دس آدمیوں میں سے صرف تین بارڈر تک پہنچ سکے، بقیہ ساتھی راستے میں کمیونسٹ سپاہیوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے، جنہوں نے اندھیرے میں اُن کا تعاقب کیا تھا۔

چی پیاس محمد یا لی سوفان ناری (CHI PIYAS MOHAMMAD OR LI SAFAN NARI) کمپونگ چام صوبے کا رہنے والا تھا، اُس کی عمر ۴۲ سال کی تھی اور وہ کمپونگ اسپو گاؤں کی مسجد کا پیش امام تھا۔ اُس کا باپ کمپوچیا کے مذہبی رہنماؤں میں سے تھا اور اس نے مکہ میں مسجد الحرام اور مذہبی حلقوں میں بیس سال گزارے تھے، اس کا نام الحاج علی تھا۔

نومبر ۱۹۷۴ء کے پہلے پندھر واڑے میں جی پیاس نے اپنے بیوی بچوں کو اسپو چمکا میں چھوڑ کر کمپونگ چم کے شہر میں جا کر پناہ لی۔ کمیونسٹوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تاکہ مسلمانوں کی مدد کرنے اور اُن کے حقوق کا تحفظ کرنے کے الزام میں اس پر فردِ جرم عاید کر سکیں۔ ۱۷ اپریل ۱۹۷۵ء کو جب نوم پین کمیونسٹوں کے قبضہ میں چلا گیا تو چی پیاس (CHI PIYAS) صوبہ کمپونگ چام کے ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں منتقل ہوتا رہا۔ وہ جہاں بھی گیا، دوسرے لوگوں، خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ امن و امان سے رہا۔ ۱۱ مارچ ۱۹۷۶ء کو کچھ افسروں کو اس کے گذشتہ معاندانہ کردار کا علم ہو گیا۔ اور انہوں نے اُس کو گرفتار کر کے انگالیہ میں پھانسی لگانے کے لیے بھیج دیا، مگر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی قوت نے حیرت میں ڈال دیا کہ جب پھانسی کا وقت آن پہنچا تو سخت طوفانی آندھی آگئی۔ اس سے فائدہ اُٹھا کر وہ وہاں سے بھاگ کر ایک قریب کی پناہ گاہ میں چھپ گیا۔ دوسرے دن وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ حکومت کے ایک اور مخالف شخص سے ملنا چاہتا تھا، جس کا نام لب ساری (LIB SARY) تھا۔ لب ساری یا ابوطالب حسن، جس کی عمر ۳۶ سال تھی۔ مذہبی سائنس کا اُستاد تھا۔ وہ چرانگ چمرس نامی ایک مسلمان گاؤں میں کام کرتا تھا۔ یہ نوم پین سے

کوئی آٹھ کلو میٹر دور ہے۔ اس کو گرفتار کر کے دوسرے بہت سے حکومت کے غداروں کے ساتھ ۲۲ نمبر فوجی کیمپ میں رکھا گیا۔ یہاں اُس نے دوسرے پانچ ساتھیوں کے ساتھ تھائی لینڈ سے بچ نکلنے کا منصوبہ بنایا۔ یہ لوگ ماکوکو کی سرحد تک ہی پہنچے تھے کہ کھمر روج کے ایک فوجی دستے نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ اُن کو سزائے موت دی گئی مگر اُن میں سے لب ساری اور جی پیاس کسی نہ کسی طرح بچ کر تھائی لینڈ پہنچ گئے۔

اُنھوں نے بتایا کہ کمپونگ چینگ کے شہری مسلمان کمپونگ تھام اور پُرسات بھیجدیئے گئے تھے۔ اور کام پونگ کھمر کے لوگ یارائے فنگ میں لے جائے گئے۔ یہ جگہ کریٹے (KRAITE) کی جانب ہے۔ کمیونسٹوں نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جانوں کے متعلق ظالمانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا۔ بہت سے لوگ دوا اور علاج کے فقدان اور بے توجہی کی وجہ سے موت کا شکار ہو گئے۔ بہت سے لوگ جنہیں فوری طبی امداد یا اپریشن کی ضرورت تھی، اُن کو حاملہ عورتوں سمیت شہر بدر کر دیا گیا تاکہ بے چارگی و مایوسی کی موت مر جائیں۔ جس شخص نے بھی پہلی حکومت میں بطور ملازم، سپاہی، استاد، طالب علم، پیشہ ور یا بطور کسان کام کیا تھا، اس کو غدار تصور کر لیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے کمیونسٹ حکومت کے سامنے قوم پین کے سقوط سے تعاون نہ کیا تھا۔ ایسے سینکڑوں لوگ قتل کر دیے گئے یا جیل خانوں میں ڈال دیئے گئے۔

کمیونسٹوں کی مزید مسلم آزاریاں

کمیونسٹ اس سے بھی مطمئن نہ ہوئے اور باقی ماندہ مسلمان خاندانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کو غیر مسلم اور چینی اور بدھ کمپوچین خاندانوں کے سامنے زبردستی خلط ملط کر دیا۔ انہوں نے جوان عورتوں کو مجبور کر دیا کہ ان کے سپاہیوں کے ساتھ شادی کر لیں اور اُن مسلمان بچوں کو اغوا کر لیا جن کی عمر ۶ اور ۱۴ سال کے درمیان تھی۔ اور اُن کو کمیونسٹ بنانے کی کوشش کی۔ سب کو مجبور کیا گیا کہ روزانہ ۴ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک، ۲ بجے سے ۶ بجے شام اور پھر ۸ بجے سے ۱۱ بجے رات تک پل تعمیر کریں، نہریں کھودیں، کھیتوں پر ہل چلائیں اور دوسرے زراعتی کام کریں۔ ایک دن بھی آرام میسر نہ تھا۔ اتنے کام کے معاوضہ میں ہر گروپ کو (جو تین آدمیوں پر مشتمل ہوتا تھا) ایک چاولوں کا پیالہ (تقریباً ۸۰ گرام) اور تھوڑا سا نمک ہر روز ملتا تھا۔ اتنی کم غذا اور زائد کام

سے لوگوں میں مختلف بیماریاں پھیل گئیں اور جسمانی کمزوری کی بنا پر بھی بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ کھمر روج نے ایسے لوگوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا جو کام کے قابل نہ تھے اور دلیل یہ دی کہ بیکار محض لوگوں کی دنیا کو ضرورت نہیں۔

کھمر روج نے اپنے جاسوس اور خبر رساں مقرر کر دیئے کہ دانشوروں، طالب علموں، سپاہیوں اور حکومت کے سابق ملازمین کا کھوج لگائیں۔ یہ جاسوس اپنے شکار کو گولی سے نہ مارتے تھے بلکہ وہ ان کے سر پھوڑ دیتے تھے۔ بہت سی لائبریریوں کی کتابیں، درسی کتب اور ریکارڈ جلا دیئے گئے۔ اسکولوں کو گودام بنا دیا گیا۔ سرکاری اور مذہبی محفلیں برخاست کر دی گئیں۔ مسلمانوں کے تمام منشور ختم کر دیئے گئے، مسلمانوں کی قبریں کھود دی گئیں۔ مذہبی مدرسے تباہ کر دیئے گئے۔ اور ان کے امام یا دوسرے اساتذہ کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

باغیانہ کارروائیاں ۲۵ دسمبر ۱۹۷۵ء عیسوی کو کروچ چار اور چیے کے باشندے تقریباً ایک سو کمیونسٹ سپاہیوں کو جو ہتھیاروں سے لیس تھے، مارنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد کھمر روج نے ان دونوں گاؤں کا چار دن تک محاصرہ رکھا اور بھیر نیوی کے یونٹوں نے ان پر بم برسائے۔ دو ہزار سے زائد مسلمان مارے گئے۔ اس طرح کی بغاوت کمپونگ چینگ کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیلی۔ بوہ کھنور اور چمکالو اس سے متاثر ہوئے اور ۱۰ اور ۳۰ جنوری ۱۹۷۶ء کے درمیان اُن کا بھی قتل عام ہوا۔

تہ بنگ برنگ میں جو کمپونگ چم اور کمپونگ تھم صوبوں کی سرحد پر واقع ہے، ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ۵ جنوری ۱۹۷۶ء کو السید محمد بن السید (عمر ۴۸ سال) نے کھمر روج کے دو سپاہیوں کو مار ڈالا جو ایک ۱۸ سال کی نوجوان دوشیزہ کو بھگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس گاؤں کا ایک شخص بھی، خواہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ، جوان ہو یا ضعیف، زندہ نہ بچ سکا۔ سب کو کمیونسٹوں نے تہ تیغ کر دیا۔

اس دباؤ اور خوف وہراس کے بعد بھی مسلمانوں نے جہاد جاری رکھا تاکہ اپنی نسل کو بچا سکیں حالانکہ کچھ بعید نہ تھا کہ کھمر روج کی کمیونسٹ فوج ان سب کا صفایا کر دیتی۔

فان مصطفیٰ ایک ۳۸ سالہ استاد، جو کمپونگ چام کا رہنے والا تھا۔ چوری چینگ وار کے

کے شہر (فوم پین) میں مذہبی سائنس پڑھاتا تھا۔ اس نے فوم پین کے سقوط کے وقت کھمر روج کی سپاہیانہ وردی پہن لی اور اس لیے وہ آزادی سے فوم پین کے تمام علاقوں میں گھوم سکتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جگہ جگہ لوگ مہاجر کیمپوں میں رکھے جاتے ہیں اور پھر کس طرح ان کا قتلِ عام ہوتا ہے اور کس طرح بڑی بڑی بزرگ دینی ہستیاں ختم کر دی گئیں۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۶ء میں اس نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ تھائی لینڈ کا رخ کیا۔ کمپوچیا کی ایک فیلڈ سے گزرتے ہوئے ان میں سے دو شدید زخمی ہو گئے۔ اور ایک ساتھی مارا گیا۔ باوجود شدید زخموں کے دوسرے دو تھائی لینڈ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، جہاں فان نے بتایا کہ کمپوچیا میں کیا بیتی تھی۔ جب ٹمک کمپول صوبہ کندال سے وہ ۱۲ر نومبر ۱۹۷۵ء کو گزر رہے تھے تو کھمر روج نے انہیں گرفتار کر لیا تھا اور امام الحاج عبداللہ بن ادریس (۵۶ سال) اور الحاج سرنگ یوسف (۵۰ سال) کو مار ڈالا۔ مؤخر الذکر چونگ چمر یز میں رضوان اسکول کا ڈائرکٹر ہونے کے علاوہ الازہر (AL-AZHAR) یونیورسٹی کا گریجویٹ بھی تھا۔ فان بہت سے علاقوں میں گھومتا پھرا تاکہ اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ مسلمانوں پر کیا مظالم ہو رہے ہیں۔ ۱۳ر جنوری ۱۹۷۶ء پریک باگ کے گاؤں (صوبہ اسٹانگ ٹانگ) میں اس نے دیکھا کہ امام موسیٰ بن علی (۵۷ سال) کو گرفتار کیا گیا جو کمپوچیا کی ایک عظیم مذہبی ہستی تھی اور جس نے اسلامک ایسوسی ایشن کمپونگ چام میں نمائندہ کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔ اس کو انکا لولے جایا گیا۔ اور پھر کبھی کسی نے اسے دوبارہ نہیں دیکھا۔ دو ہفتہ بعد کھمر روج نے الحاج یوسف محی الدین کو قتل کر دیا۔ جو کمپوچیا میں اسلامی تعلیم کا سپروائزر تھا۔ ۲۹ فروری ۱۹۷۶ء کو اس نے الحاج یوسف عارف (۵۱ سال) کی شہادت کا منظر اسٹنگ چینیٹ میں دیکھا۔ یہ شخص، جو کمپونگ تھونگ میں اسلامک ایسوسی ایشن کا نمائندہ تھا اپنے معاون الحاج ابراہیم احمد (۵۱ سال) کے ساتھ جان کنی تک سخت اذیت میں مبتلا رہا۔

۲۹ سالہ مکینک صمد لیم اور اس کا تاجر ساتھی ۳۹ سالہ ابراہیم اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کو ہم کمپوچیا سے روانہ ہوئے۔ ہمیں فنون سرورک سے نکال دیا گیا تھا۔ ۲۳ ر نومبر ۱۹۷۵ء کو ہم تھائی لینڈ میں پہنچے۔ ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۷۵ء کی ایک میٹنگ میں کمیونسٹوں نے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اڑایا۔ انہوں نے کہا کہ "تم جب اپنے خدا کی عبادت کرو، تو ہم کو وہ

چاول دکھاؤ جو وہ تم کو دیتا ہے۔ اور اگر وہ نہیں دیتا تو اُس کی عبادت نہ کرو اور زمین جوتو۔ ایسا کرنے کی صورت میں تم کو تمہارے حصّے کے چاول گارنٹی سے ملتے رہیں گے" انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسلام کو دُنیا میں اپنی بقا کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ اس پر جب الحاج محمد ثالث (عمر ۵۰ سال) اسلامک ایسوسی ایشن بھٹنگ بنگ (صوبہ پرسات) نے صدائے احتجاج بلند کی تو انہوں نے اسے اور علی حسن (۴۲ سال) کو گرفتار کر لیا اور انکا اُٹھا لے گئے۔ وہ پھر کبھی نہ دیکھے گئے اور نہ کوئی خبر ملی کہ کیا ہوا۔

احمد علی (لی منتوری) مذہبی سائنس کا اُستاد (عمر ۳۰ سال) اور صیف ساری نام کے ایک چالیس سالہ تاجر نے بیان دیا کہ "۲۰ اپریل ۱۹۷۵ء کو ہمیں مونگ رے، پرسات کے بہت سے مسلمانوں کے ہمراہ لے جایا گیا، جہاں ہم سے زبردستی زراعتی مزدوری کرائی گئی۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۶ء کو کھمروج نے ۵ ہزار مسلمانوں سے کہا کہ اپنے پچاس نمائندے منتخب کر لو تاکہ وہ تھائی سرحد پر جا سکیں، جہاں اُن کو مسلمان ممالک کے نمائندوں سے ملایا جائے گا۔ جب ہم سرحد پر پہنچے تو ہم نے وہاں صرف سر سے پاؤں تک لیس مسلح کمیونسٹ سپاہی دیکھے۔ وہاں کے قتل عام سے صرف میں اور میرا ساتھی سیف ساری بچ سکے۔ صرف اللہ ہی ہمارا مددگار تھا کہ باوجود اپنی کمزوریوں اور دشمن کے نرغے کے ہم تھائی لینڈ کی سرحد پار کرنے میں (۲۹ ستمبر ۱۹۷۶ء) کامیاب ہو گئے۔

ویت نام میں چام مسلمان

ویت نام کے مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم کرنی مشکل ہے، کیوں کہ یہ ملک اب دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہے۔ ایک حصّہ ڈیموکریٹک ری پبلک آف ویت نام (کمیونسٹ) اور دوسرا حصّہ ری پبلک آف ویت نام (کیپٹلسٹ)۔ ہمیں کمیونسٹ (آہنی حکومت) کا کوئی حال نہیں معلوم کیونکہ یہ حکومت اپنی حدود کی کوئی اطلاع جو حکام کے مفاد کے خلاف ہو دوسروں کو نہیں پہنچنے دیتی۔ جنوبی ویت نام ری پبلک میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات فراہم ہوئی ہیں:

۱۔ چالیس ہزار مسلمان کوچن چین میں رہتے ہیں جو آج کے ویت نام کے جنوب میں

واقع ہے۔ یہ علاقہ ویت نام نے کمبوچیا سے چھین لیا تھا، (بیشتر اس کے کہ وہ چمپا کے ساتھ اشتراک کرتے) یہ لوگ چوڈاک، تے نی اور سیگاؤں (اب ہوچی منہ شہر) میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۲ — پچاس ہزار نی تھان کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر چام اب اسلام سے نا آشنا ہیں۔ کیوں کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان رابطہ ختم ہوئے بہت مدت گذر چکی ہے۔ یہاں اس بارے میں اسباب و وجوہ بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ انہوں نے اپنی مسجدیں جمعہ کے دن کھولنی شروع کر دیں تاکہ کم از کم اماموں کی اقتدا میں نماز ادا کر سکیں۔ امام ہی ان مسلمانوں کی طرف سے رمضان شریف میں روزے بھی رکھتے تھے۔ اُن کے مذہبی امور کی نگرانی اونگ مم (امام) اور اونگ دین (مؤذن) کرتے تھے۔ اُن کے پاس قرآن کی کوئی مکمل کاپی نہیں تھی، لیکن کچھ سورتیں جیسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص اور سورۃ الکافروں موجود تھیں جو برسوں پہلے لکھی گئی تھیں۔ اور اب تک محفوظ تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ اسلام پر ہم سچائی سے کاربند ہیں۔ اور کو بین چین کے لوگ اسلام میں بعد میں داخل ہوئے ہیں اور مستقل بنیادوں پر مذہب کے پابند نہیں ہیں۔ یہ بزرگوں کی رائے تھی۔ نوجوان طبقہ اسلام سے اُسی قدر واقف تھا، جتنے کہ غیر مسلم۔ نوجوان اسلام کو ایک رسمی میراث سمجھتے تھے۔ اُن میں سے بہت سے عیسائی اور بہت سے بہائی ہو گئے۔

(جاری ہے)